حکمت اقبال ۲۶

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

خودی اور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم (۳)

نظریاتی ارتقاء کی رکاوٹیں

حیاتیاتی سطح ارتقاء پر زندگی کی جو خصوصیات ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں ہم ان کی بنا پر حیاتیاتی تقلیبات کی نہایت ہی معقول وجوہات قائم کر سکتے ہیں۔ ان وجوہات کی روشنی میں یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ زندگی کو نظریاتی مرحلہ ارتقاء میں بھی اپنی منزل مقصود کی طرف آگے بڑھنے میں اپنی پیدا کی ہوئی جن رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سے ایک رکاوٹ پھر ایک قسم کے قانون وراثت سے پیدا ہوئی جس کو نظریاتی وراثت کا قانون کہنا چاہیئے۔ اس قانون کے عمل سے ایک ہی نظریاتی جماعت کے افراد ہمیشہ اپنے آباء واجداد کے نظریۂ حیات کو اختیار کرتے ہیں، خواہ وہ نظریۂ حیات اچھا ہو یا بُرا، زیبا ہو یا زشت اور اس سے سرِمو انحراف نہیں کرتے۔ اس قانون سے قدرت کی غرض یہ تھی کہ جب بھی نبیؑ کامل یا رحمۃ للعلمینؐ ظہور پذیر ہوں اور ان کی روحانی اولاد بڑھنے اور ترقی پانے لگے تو وہ اپنے نبیؑ کے کامل نظریۂ حیات کو، جو کہ ظاہر ہے کہ لاکھوں برس کے نظریاتی ارتقاء کا نہایت ہی قیمتی ثمر قرار پاچکا ہوگا، نسلاً بعد نسلٍ ایک اندرونی نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے ہمیشہ اسی اصلی صورت میں قائم رکھ سکیں جس میں ان کے نبی نے اسے چھوڑا ہو۔ تاکہ نبیؑ کامل کی امت اپنی پائدار نظریاتی تکمیل اور برتری کی وجہ سے نہ صرف قائم رہے اور دنیا میں پھیل جائے بلکہ اپنے قائم رہنے اور پھیل جانے کی وجہ سے نوعِ انسانی کو کسی ناقابل عبور مزاحمت کے بغیر حسن وکمال کی انتہا تک پہنچانے کا ذریعہ بنے لیکن ہر نبی کی صورت میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ اس کی قوم ایک عرصہ تک تو اپنی عملی زندگی کو نہایت سختی کے ساتھ اس کے عطا کیے ہوئے نظریۂ حیات کے تابع رکھتی تھی لیکن پھر ایک وقت ایسا بھی آجاتا تھا جب اس کے تمدنی حالات ترقی کرکے ان کی قدرتی عملی زندگی کے بعض ایسے اہم نئے

کوششوں کو بے نقاب کر دیتے تھے جن کے متعلق نبی کی عملی زندگی کی مثال میں یہ راہنمائی موجود نہ تھی کہ ان پر خدا کے تصور کا اطلاق کس طرح سے ہو۔ لہٰذا اس مرحلہ پر پہنچ کر نظریاتی ارتقا کو جاری رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اس نبی کی امت میں سے کم از کم ایک فرد ایسا پیدا ہو جو پہلے نبی ہی کی طرح خدا کی وحی سے علم اور اطمینان پا کر اور نظریاتی وراثت کے قانون کو برطرف رکھ کر اپنی عملی زندگی کی مثال کی صورت میں ایک نیا نبوتی نظریۂ حیات پیش کرے جو خدا کے تصور کو قوم کے نئے حالات پر چسپاں کرے اور خدا کی وحی کے نام پر ہی دوسروں کو دعوت دے کہ وہ اس نظریہ کو قبول کریں۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک نبوتی نظریۂ حیات کے بعد دوسرا بہتر اور بلند تر نبوتی نظریۂ حیات پیدا نہ ہو سکتا اور ایک ایسے نبی کے ظہور کی نوبت نہ آ سکتی جو خدائے واحد کے عقیدہ کو اپنی نظریاتی تعلیم اور عملی زندگی کی مثال سے انسان کی ترقی یافتہ قدرتی عملی زندگی کے تمام ضروری شعبوں پر چسپاں کر کے ایک کامل نبی قرار پاتے۔

نظریاتی تقلیبات کا سلسلہ

لہٰذا نظریاتی مرحلۂ ارتقا میں زندگی کی خصوصیات کی وجہ سے ایسا ہوتا رہا کہ ہر بار جب زندگی نے محسوس کیا کہ اس کی منزلِ مقصود یعنی رحمۃ للعالمین کے ظہور کی طرف اس کی ارتقائی حرکت بعض رکاوٹوں کی وجہ سے حد سے زیادہ سست ہو رہی ہے تو اس نے ایک غیر معمولی کوشش کی اور یکایک گویا ایک جست سے اپنی رکاوٹوں کو عبور کر گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نیا نبی معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہو گیا جس کا نظریۂ حیات زندگی کے نئے حالات پر بھی حاوی تھا اور جس کی روحانی اولاد سے ایک نئی امت پیدا ہوئی۔ اس طرح سے ایک نبوتی نظریۂ حیات سے دوسرا بعض وجوہ سے بہتر اور بلند تر نظریۂ حیات پیدا ہوتا رہا۔ نظریاتی تقلیبات کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ان کا مقصد حاصل نہیں ہوا یعنی جب تک کہ نبی کامل کا ظہور نہیں ہوا۔ اور جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو نظریاتی تقلیبات کے ظہور کا سبب زائل ہو جانے کی وجہ سے ان کا سلسلہ خود بخود اسی طرح سے منقطع ہو گیا جس طرح سے حیاتیاتی تقلیبات کا سلسلہ ان کا مقصد حاصل ہونے اور ان کے ظہور کا سبب زائل ہونے کے بعد یعنی بہت تکمیل یافتہ حیوانی یا انسان کے ظہور کے بعد خود بخود منقطع ہو گیا تھا۔ لہٰذا کامل نبی خاتم النبیین

یا آخری نبی بھی قرار پائے۔ یہی کامل اور آخری نبی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو قرآن حکیم نے رحمۃ للعلمین کا لقب دیا ہے۔ اس لیے کہ ان کی عملی زندگی کی مثال میں خدا کا عقیدہ انسان کی قدرتی زندگی کے تمام ضروری شعبوں پر چسپاں ہو گیا ہے اور نبوتی راہنمائی کی تکمیل ہو گئی ہے اور نوعِ بشر جو حاصل عالم ہے تا قیامت کسی اور نبی کی قیادت سے بے نیاز ہو گئی ہے اور اب صرف ان ہی کے ذریعہ سے اپنے حسن و کمال کی انتہا تک پہنچ کر خدا کی انتہائی رحمتوں سے ہمکنار ہو گی۔

ارتقائے نبوت کے ان حقائق کی طرف ہی اشارہ کرتے ہوئے اقبال کہتا ہے کہ خودی سو انبیاء کو پیدا کر کے ختم کرنے کے بعد ہی ایک کامل نبی پیدا کرتی ہے۔

شعلہ ہائے اُو صد ابراہیمؑ سوخت تا چراغِ یک محمدؐ بر فروخت

رحمۃ للعلمینؐ کی تعلیم کے امتیازات

ہر گزشتہ نبی کی تعلیم (اور ہر ایک نبی کی تعلیم دراصل کلیتہً اس کی اپنی عملی زندگی کی مثال کے اندر ہوتی ہے اور اس کے نظریات یا اقوال میں نہیں ہوتی) صحیح تصورِ حقیقت یعنی خدا کے تصور پر مبنی تھی لیکن رحمۃ للعلمین کے علاوہ کسی نبی کو ایسے تمدنی حالات پیش نہیں آئے کہ وہ اپنی زندگی کی مثال سے یہ بتائے کہ انسان کی قدرتی عملی زندگی کے تمام ضروری شعبوں میں خدا کے عقیدہ کے لوازمات اور تقاضے کیا ہیں اور کس طرح سے خدا کا عقیدہ ان شعبوں پر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے ہر نبی کو جن سماجی حالات میں رہنا یا جن واقعات کا سامنا کرنا پڑا وہ اس قسم کے تھے کہ ان کے پیشِ نظر ایک نبی ہونے کی وجہ سے اسے جو معرفتِ حق تعالیٰ عطا ہوئی اس کا بہت تھوڑا حصہ اس کی عملی زندگی کے نمونہ میں اپنا اظہار پا سکا۔ ہر نبی اپنی عملی زندگی کی مثال کی روشنی سے انسان کی قدرتی عملی زندگی کے صرف ان پہلوؤں کا رشتہ خدا کے عقیدہ سے واضح کر سکتا تھا جو اس کی قوم کے تمدنی اور اخلاقی حالات کی بنا پر اس کی توجہ چاہتے تھے اور وہ مجبور تھا کہ انسانی زندگی کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتا جو ابھی اس کی قوم کے حالات میں رونما نہیں ہوتے تھے اور جن کے بارہ میں ان کو فی الحال خدا کی راہ نمائی کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح سے ہر گزشتہ نبی خدا کے تصور کو انسان کی قدرتی عملی زندگی کے

صرف ایک حصّہ پر ہی چسپاں کرسکا۔یہی سبب ہے کہ ماضی کے ہر نبی کے نظریۂ حیات نے صرف اُس کی قوم کو یا اس کے عہد کو ہی مستفید کیا اور ان کے بعد زیادہ دیر تک اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکا بلکہ ان کتابوں کے اندر بھی جو ان انبیاء پر نازل ہوئی تھیں کچھ عرصہ کے بعد ایسا مواد داخل کر دیا گیا جو نہ تو خدا کا قول تھا نہ نبی کا۔ان نظریات کی وقتی یا جزوی حیثیت نہ صرف ان کی سرشت سے آشکار ہے بلکہ خود ان کے بانیوں کے ارشادات سے بھی واضح ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خودی کی فطرت اس قسم کی ہے کہ ایک ناتمام نبوّتی نظریۂ حیات ایک مستقل اور عالمگیر نظریۂ حیات نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس غرض کے لیے وجود میں آتا ہے۔اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی خاص قوم کو ارتقائے انسانیت کے ایک خاص مرحلہ کے اندر کام دے سکے اور آئندہ کے نظریاتی ارتقاء کی ایک منزل قرار پائے۔اس کا غیر مکمل ہونا اس کے لیے ناممکن بنا دیتا ہے کہ ایک محدود عرصہ کے بعد اپنی زندگی قائم رکھ سکے۔

نبی کامل رحمۃ للعٰلمین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یہ بات درست نہیں، کیونکہ ان کو فرستادۂ حق کی حیثیت سے جن اخلاقی، ثقافتی، اقتصادی، سماجی، قانونی، سیاسی، جنگی اور جغرافیائی حالات کا سامنا کرنا پڑا، اُن کی وجہ سے وہ اپنی عملی زندگی کی مثال سے یہ بات واضح کر سکے کہ فرد اور جماعت کی قدرتی عملی زندگی کے اہم شعبوں پر خدا کا عقیدہ کیونکر چسپاں کیا جاسکتا ہے۔بالخصوص رحمۃ للعٰلمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کی عملی زندگی کے نمونہ میں ہمیں انسانی زندگی کے جنگی، قانونی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی پہلوؤں کے متعلق (جو یقیناً انسان کی زندگی کے نہایت ہی اہم پہلو ہیں) ضروری راہنمائی نہیں ملتی۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متاہل زندگی بسر کی، اپنے ساتھیوں کو تیار کیا کہ ان لوگوں کی مخالفت کا مقابلہ کریں جو ان کے پیغام کو مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے، خدا پرستوں کی ایک ریاست قائم کی، اس کا انتظام کیا اور فوجی کارروائیاں کر کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کی۔اس کے اندرونی اور بیرونی مسائل کو حل کیا اور اس کے سیاسی، قانونی، سماجی، اقتصادی، تعلیمی، اطلاعاتی اور تبلیغی نظامات قائم کیے اور اس کی ایک خارجہ پالیسی وضع کی۔ہر نظریاتی جماعت کو اپنے نصب العین کی جستجو کے عمل میں اپنی ترقی اور توسیع کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور وہ نظریاتی جماعت جو خدا کے صحیح اور مکمل تصوّر پر مبنی ہو اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سے پہلے کسی نبی نے اپنی عملی زندگی کی مثال سے اس قدرتی جدوجہد کا نمونہ پیش نہیں کیا، جس میں سے مستقبل کی نوعِ انسانی کو خدا کے تصوّر پر مبنی ایک ریاست کی صورت میں منظّم ہونے، قائم رہنے اور ترقی کرنے اور اس طرح سے عالم انسانی کے ارتقاء کو جاری رکھنے کے لیے لازماً گزرنا ہے۔ اس جدوجہد کا نہایت ہی قیمتی اور روشنی اور ہدایت بخشنے والا نمونہ پہلی دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی نے مہیا کیا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔

اجتہاد کی حقیقت

جب کوئی نظریۂ حیات اسلام کی طرح خدا کے کامل اور صحیح تصور پر مبنی ہو اور خدا کے ایسے تصوّر کو انسان کی قدرتی عملی زندگی کے تمام اہم شعبوں (مثلاً اخلاق، سیاست، معاشیات، قانون، جنگ وغیرہ) پر چسپاں کرتا ہو تو اس کی زندگی یا ترقی کے امکانات کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گو بعض وقت یہ محسوس کیا جائے کہ اس نظریۂ حیات میں انسانی زندگی کے ان شعبوں کے متعلق جو ہدایت ملتی ہے وہ ضروری حد تک مفصل نہیں، پھر بھی اس کی زندگی قائم رہتی ہے اور ایک تندرست جسم حیوانی کی طرح جو اپنے جسم کے نسبتاً غیر ضروری حصّوں میں کٹے ہوئے گوشت کو اپنے اعضائے رئیسہ کی صحت اور درستیٔ عمل کی وجہ سے دوبارہ پیدا کر لیتا ہے ایسا نظریۂ حیات بھی ہدایت کی مطلوبہ تفصیلات کو اپنے اندر سے پیدا کر لیتا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں مطلوبہ تصورات کی اس تخلیق کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

اسلام کی پائداری کا سبب

چونکہ رحمۃ للعالمینؐ کا عطا کیا ہوا نظریۂ حیات خدا کے صحیح اور کامل تصوّر کو انسانی زندگی کے تمام ضروری شعبوں پر چسپاں کرتا ہے اور لہٰذا نہ صرف اندرونی روح کے لحاظ سے بلکہ بیرونی صورت کے لحاظ سے بھی کامل ہے اس لیے اسلام نہ صرف زندہ رہے گا بلکہ تمام نظریات پر غالب آئے گا اور دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت بعض مخالف حالات اس کو مسلمانوں کی عملی زندگی کے کسی پہلو سے خارج کر دیں تو یہ جبراً پھر ان کی زندگی کے اس پہلو میں

داخل ہوکر اسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ جس طرح سے ایک مکمل طور پر صحت مند جسم حیوانی مرض کے خلاف ردّعمل کرتا ہے اور اپنی گرتی ہوئی صحت کو بحال کر لیتا ہے اس طرح سے اسلام ہر اُس غیر اسلامی تحریک کے خلاف جو اس کے اندر نمودار ہو کر اس کو مغلوب کرنا چاہتی ہے نہایت ہی قوّت اور کامیابی کے ساتھ ردّعمل کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ تحریک مٹ جاتی ہے اور اسلام اپنی اصلی حالت پر باقی رہ جاتا ہے۔ کئی صدیوں کے اندر پے بہ پے آنے والے شدید قسم کے حادثات کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کا موجود رہنا بے معنی نہیں، بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام مٹنے کے لیے نہیں بلکہ زندہ رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے۔ اقبال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری　　　صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

نظریاتی ارتقاء کی شاہراہ

نظریاتی ارتقاء کا وہ راستہ جو پہلے نبی یعنی حضرت آدمؑ سے براہِ راست رحمۃ للعالمین ؐ تک جاتا ہے نظریاتی ارتقاء کی شاہراہ ہے جس پر ارتقاء براہِ راست خالقِ کائنات کے مقصد کے مطابق ہوتا رہا ہے۔ اس شاہراہ کی ہر منزل پر نبوّتی نظریۂ حیات کی ایک نئی ترقی یافتہ صورت اس کو ماننے والی ایک امّت کے سمیت ایک نظریاتی تقلیب کے ذریعہ سے نمودار ہوتی رہی، تاہم اس شاہراہ کی مختلف منزلوں سے نظریاتی ارتقاء کے غلط راستے بھی نکلتے رہے، جن پر غلط نظریاتِ حیات اور ان کو ماننے والی غلط قسم کی نظریاتی جماعتیں پیدا ہوتی رہیں۔ ان راستوں پر ایک غلط نظریہ سے دوسرا بہتر لیکن غلط نظریہ نکلتا رہا اور اس طرح سے ان پر بھی ارتقاء جاری رہا لیکن تھوڑی دُور آگے جا کر ختم ہو گیا۔ ارتقاء کی شاہراہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ ان راستوں میں سے کوئی راستہ بھی ارتقاء کی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے گا، بلکہ ان راستوں پر ہر منزل نظریاتی ارتقاء کی منزلِ مقصود سے اور دُور ہوتی گئی۔ نظریاتی ارتقاء کی ان گمراہیوں کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء کی امتوں میں بعض ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جن کو غلط قسم کا تعلیمی ماحول میسّر آیا جس کی وجہ سے نظریاتی تکمیل کے دباؤ نے جو ان کے اندر کام کر رہا تھا ان کی نظریاتی نشوونما کو غلط راستہ پر ڈال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر غلط

نظریۂ حیات کو پیش کرنے والا انسان اپنے غلط نظریہ کے کچھ عناصر صحیح نبوّتی نظریہ سے لیتا ہے اور اس میں کچھ غلط عناصر کی ملاوٹ کرکے ایک نیا نظریہ پیش کرتا ہے جو حق و باطل کی آمیزش کی وجہ سے کلیتہً باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہر غلط نظریۂ حیات تعلیمِ نبوت کا خوشہ چین ہے اور اپنی کامیابی کے لیے اس کے اجزاء عناصر کا مرہونِ منت ہے۔ اگر وہ باطل کے ساتھ حق کی آمیزش نہ کرے تو اس کے اندر کوئی کشش باقی نہ رہے، لیکن حق و باطل کی آمیزش کی وجہ سے وہ کلیتہً باطل ہو کر رہ جاتا ہے، لہٰذا ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے ۔۔۔ شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

بقیہ : ڈاکٹر طاہر سعید کے نام

کی صلاحیتوں کے اندر اس کے لیے مقدّر ہو چکی ہے تو اس بے خدا اور غلط تعلیم کا طلسم ٹوٹنا چاہیئے۔ لیکن مغرب جو اس طلسم کا خالق ہے اس کو توڑ نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کے حکمائے تعلیم خدا کے عقیدہ کے خلاف ایک شدید قسم کے علمی تعصّب میں مبتلا ہیں۔ اسی تعصّب کی وجہ سے وہ خدا کے عقیدہ کو دنیوی اور عقلی علوم کے منافی سمجھتے ہیں اور اُن کا یہ دستور بن گیا ہے کہ جب بھی اُن کا علمی اور عقلی استدلال خود بخود اور بے ساختہ خدا کے تصوّر کی طرف جانے لگتا ہے، وہ بہ تکلّف اس کو گھما کر واپس لاتے ہیں خواہ اُن کا استدلال مضحکہ خیز کیوں نہ بن جائے۔"

ان تمام تصریحات و توضیحات سے جن کا ایک اجمالی تذکرہ صفحاتِ گذشتہ میں آچکا ہے، یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ غیر اسلامی دنیا ہو یا اسلامی دنیا، ہر جا بسو طاغوتی گمراہیوں اور شیطانی ضلالتوں کے خمیر سے زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظامِ اجتماعی کی بنیادیں نہایت مضبوطی سے جم چکی ہیں۔ اور یہ تخریب و بگاڑ جزوی یا سطحی نوعیت کا نہیں، بلکہ بنیادی اور کلّی ہے، جو تحت الثریٰ سے لے کر اوجِ ثریّا تک پوری انسانیت کو اپنے پنجۂ قہاری میں کسے ہوئے ہے۔